قسط دوئم

از جناب ڈاکٹر محمد حنیف صاحب پروفیسر شعبہ دینیات
اسلامیہ کالج پشاور

مسلمانانِ عرب کے تعمیری آثار
اور
ماہرین فنِ تعمیر کی آراء

یہ عمارت تیار تھی جب مکمل ہوئی تو مغرب کی پہلی نماز قاضی ابو عبداللہ نے پڑھائی۔ دوسرے دن الناصر الدین اللہ نے بذات خود نماز باجماعت پڑھنے کی سعادت حاصل کی[1]

۳۶۶ھ ۹۷۶ء میں ہشام المؤید باللہ تخت نشین ہوا۔ ہشام کے وزیر منصور بن ابی عامر نے قرطبہ میں قصر زہرہ کی نظیر پر ... اس کی تعمیر کا زمانہ ۳۶۶ھ ۹۷۶ء — ۳۷۰ھ ۹۸۰ء رہا ہے۔ یہ قصر خوبصورتی اور دیدہ زیبی میں کسی طرح قصر زہرا سے کم نہ تھا۔

محمد لبیب البتنونی کا بیان ہے کہ

"قصر زہرہ عظمت و ضخامت کے لحاظ سے بہت بڑا، منظر کے لحاظ سے بہت خوبصورت۔ دیواروں کی بلندی کے لحاظ سے بہت اونچا، اور بازاروں کی وسعت کے اعتبار سے بہت زیادہ وسیع تھا[2]

اندلس کے مسلمانوں کا ایک اور کارنامہ "قصر اشبیلیہ" کی تعمیر ہے۔ اس کی اصل عمارت اگرچہ گیارھویں صدی عیسوی میں ہوئی مگر اس کا ایک بہت بڑا حصہ تیرھویں صدی عیسوی میں بنایا گیا ہے[3] اس کی شان و شوکت اور بے نظیر حسن و جمال کا ذکر کرتے ہوئے محمد لبیب البتنونی کہتے ہیں کہ:-

"یہ قصر اپنی جلالت و ضخامت، عجیب و غریب صنعت اور خوبصورت نقش و نگار کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا شاہکار ہے۔ اس کی عظمت و شوکت اور حسن و جمال دیکھ کر انسان پر دہشت طاری ہو جاتی ہے اور کوئی نہیں کہ انسانی دل و دماغ اس جیسی عظیم الشان عمارت کو تخیل میں لاتے۔ یا اس کی تصویر کشی کر سکے[4]

ہشام کے بعد ۳۶۶ھ ۹۷۶ء سے ۴۰۰ھ ۱۰۰۹ء تک اندلس میں بہت سے انقلابات رونما ہوئے۔ آخر کار

---

[1] نفح الطیب ج ۱ ص ۲۴۶ [2] رحلۃ الاندلس ص ۱۳۶ [3] تمدن عرب ص ۲۶۷ [4]

۵۰۷ھ ۱۱۱۳ء میں "الموحدین" برسرِ اقتدار آئے۔ ۵۹۶ھ ۱۱۹۹ء میں ان کی حکومت کو زوال آیا جس کے بعد اسلامی ریاستیں یکے بعد دیگرے عیسائیوں کے ہاتھوں مغلوب ہوتی گئیں۔ اس پرآشوب دور میں محمد بن یوسف الغالب خزرجی نے ۶۳۰ھ ۱۲۳۲ء میں غرناطہ میں اپنی آزاد حکومت قائم کی۔ اس نے علم و حکمت، صنعت و حرفت اور تجارت و زراعت ہر لحاظ سے غرناطہ کو اس سطح پر لا کھڑا کیا جس پر دور بنو امیہ میں قرطبہ تھا۔

محمد بن یوسف نے ساتویں صدی عیسوی میں غرناطہ کے جنوب مشرق میں ایک محل تعمیر کیا۔ جو "قصر الحمرا" کے نام سے مشہور ہے۔ یہ قصر نسبتاً چھوٹا تھا مگر شان و شوکت اور حسن و جمال کے لحاظ سے مسلمانوں کے فن تعمیر کا ایک لازوال کارنامہ ہے۔

قصر الحمرا کے شاندار تکلفات سات صدیوں کی ترقیات کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہیں اور اپنے زمانہ کے انتہا ترقی کا نمونہ ہے۔ اس قصر میں اہل عرب کا شوقِ تلوّن وشان جو ایک حساس متلون مزاج اور سیاح قوم کا خاصہ ہے ہر جگہ ظاہر ہے کہیں تو ستون ابھرے لگے ہوئے ہیں اور اکثر پر (کسی زمانہ میں) سونا چڑھا ہوا تھا۔ محرابوں کے پیچ و خم میں ان کی نمایاں خصوصیات یعنی نعلی، مزدوج اور نیم قوس نظر آتی ہے۔ بعض منقش ہیں، بعض مشبک مگر تمام کی تمام بے نظیر خوب صورتی اور موزونیت کے حامل ہیں۔ محرابوں کے بالائی نیم قوسی حصوں میں تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر بظاہر یکساں مگر غور سے دیکھنے سے انواع و اقسام کی دلکش جالیاں بنی ہوئی ہیں۔ جن سے نکل کر سورج کی کرنیں نہایت خوبصورتی کے ساتھ کمروں کو روشن کرتی ہیں۔ تو امید کا چمکدار، محیر العقول کام اصول الجبرا کے موافق بنا ہوا ہے۔ اور اس کے ماہیچ علم ہندسہ کے کثیر المناویا جوڑ توڑ سے موزوں کئے گئے ہیں۔ دیواروں پر عدیم النظیر زحرفۃ العرب کا کام ہے اور ان کے کتبے درخشاں ہیں۔ قبوں میں لاجوردی ارغوانی اور سنہرا کام اس خوبصورتی سے کیا ہے کہ جواہرات جڑے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ غرض جدھر دیکھو ایک بقعہ نور معلوم ہوتا ہے۔ قصر الحمرا میں جا کر ایک دقیق النظر نقاد فن تعمیر کی آنکھیں موزونیت و لطافت کا سدا بہار باغ اپنے سامنے دیکھتی ہیں اور اس عمارت کو وہ جس پہلو سے دیکھتا ہے اس کو وہ ایسی بے نظیر چیز پاتا ہے کہ اس کی چشم تخیل کو اس کا کہیں نمونہ نہیں ملتا[1]

اس کی ہر چیز حیرت انگیز ہے اور انسان کو اس کی دیواروں کے سامنے جن پر طرح طرح کی ننھی گل کاریاں جالی کی صورت میں بنی ہوئی ہیں۔ اس کی نکیلی گل کار محرابوں کے آگے ان طاقچوں کے آگے جن میں قلمیں لٹکی ہوئی نظر آتی ہیں اور جن پر کسی زمانہ میں سرخ اور زنگاری کام تھا کھڑے ہو کر گھنٹوں عش عش کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں[1]

تمام عمارات کی خوب صورتی اور موزونیت ایک جادو ہے۔ جو اپنا اثر کئے بغیر نہیں رہتی۔ یہ مشہور عربی قصر اندلس

---

[1] اخبار الاندلس جلد ۳ ص ۶۱۹

کی عمارتوں کا سرتاج، مسلمانانِ اندلس کی صنعت کا نمونہ۔ کئی نسلوں کی محنتوں کا خلاصہ اور اس درخشندہ زمانہ کے بہترین تخیلات صنعت اور دل و دماغ کا مجسمہ ہے۔ جب تک اس کا چھوٹے سے چھوٹا حصہ بھی باقی رہے گا وہ طالبانِ علم اور علماء آثارِ قدیمہ کے لئے سبق آموز رہے گا۔ اور اس عظیم الشان سلطنت کی یاد دلاتا رہے گا۔ جس کے علمی جواہر پارے سائنٹیفک انکشافات، تمام مذاہب کی آزادی، ذوقِ تحقیق اور تہذیبِ زمانہ، حال کی علم بردار اور باعثِ تشویق ہے۔ سوسائٹی کی گراں بہا اقتصادی کیفیت، بے تعداد اختراعات، خوبی نظم و نسق، سلطنت رتق و فتق، معاملات اور فنِ زراعت کی تکمیل۔ غرض ہر چیز اس سلطنت کے اصول۔ سائنس کی عملی غور و فکر کا نتیجہ تھا۔ اگر ان تمام باتوں کا مجسمہ دیکھنا ہو تو وہ قصر الحمرا ہے۔ جو قرونِ وسطیٰ کی نہایت متمدن و مہذب اور ترقی یافتہ قوم کی یادگار ہے۔

یہ قصر سلطنت غرناطہ کی عظمت و جلالت کا نشان ہے۔ اپنے بادشاہوں کا مایہ ناز ہے۔ دنیا کا عجوبہ ہے جس قوم کی یہ یادگار ہے وہ اس پہ جتنا غور و فکر کرے کم ہے۔ اس قصر کی شان و شوکت کا خاتمہ ہوگیا۔ اس کی روشنی مکدر ہو گئی۔ لیکن اس کا مرثیہ، اس کا قصۂ غم یعنی اس کی تاریخ جواب تک روایات علمی اور افسانے بن بن کر زبان زدِ عوام ہیں کبھی دنیا سے رخصت نہ ہوں گے۔ جن بادشاہوں نے ان کو بنایا اور جن بادشاہوں نے ان کو بگاڑا۔ ان کے نام بھی در و دیوار پہ درخشاں ہیں۔ ان بادشاہوں میں سے اہلِ ہسپین کا مغرورانہ قول " فائق الکل " اور متقیانِ اسلام کا طغریٰ " لا فاتح الا اللہ " اب بھی اس کے ذرے ذرے میں آفتاب بن کر چمک رہا ہے[6]

ناممکن ہے کہ کوئی شخص ان عجیب و غریب گچ کے پھول بوٹوں کا شکار کر سکے۔ جن کو عرب صناعوں کی چابکدستی نے انواع و اقسام کی صورتیں دی ہیں۔ اس قصر کے چھوٹے چھوٹے رواق اور دالان ان میں بہت ہی نازک و خوبصورت محرابیں۔ گل کاریاں۔ گل دستے۔ خاندانِ بنی احمر کے جنگی طغرے۔ اشعار و آیات قرآنی۔ ہندسی اصول پر نقش و نگار۔ وہ نمایاں چیزیں ہیں جو اس عمارت میں پہنچ کر نگاہ کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہیں۔ اور تخیلات انسانی میں ایک تلاطم پیدا کر دیتی ہیں اس قصر کی حسن و خوبی اور صناعوں کے کمالِ فن کو دیکھ کر اسے انسانی کام سمجھنے میں تامل ہوتا ہے۔ ایک شاعر اس کی ثنا خوانی کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

کیا جنات نے آراستہ جس قصرِ شاہی کو ٭ بنایا جس کو گھر ہر رنگ کی نغمہ سرائی کا

نظر آتا ہے عالمِ خواب کا سارا طلسماتی — وہ الحمرا ہے نہیں جس کا کہیں ہمتا
سماں وہ بھی ہے تیرا دیکھنے کے لائق قابل — نہیں الفاظ میں جس کا بیان لطف آ سکتا[7]

---

۵ تمدن عرب ص ۲۶۹ ۶ اخبار الاندلس جلد ۳ ص ۶۱۷/۶۱۸ ۷ تمدن عرب ص ۲۶۸

سرزمینِ اندلس کے یہ تمام عالی شان قصور و محلات یا تو بالکل ناپید ہیں یا اس طرح مسخ کر دیے گئے ہیں کہ پہچانے بھی نہیں جاتے۔ لیبان لکھتا ہے کہ:۔

وحشیوں کے دستِ تظلم نے ان محلات کا نام تک مٹا دیا جن کی قطاریں وادی الکبیر کے کنارے اپنے حسن و خوبی سے دنیا کو متحیر کیے ہوئے تھیں۔ کلیسا کی دشمنی نے ان کی بنیاد دن تک کو اکھاڑ کر پھینک دیا۔ اور ان کی ضد اور عداوت نے نہایت کد کے ساتھ ان تمام عظیم القدر مساجد کی خصوصیات کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔ اس تباہی اور دشمنی کا ادنیٰ اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ جس دارالحکومت میں سات سو بڑی مسجدیں تھیں وہاں صرف ایک "مسجد قرطبہ" مسلمانوں کی مرثیہ خوانی کر رہی ہے۔[۲]

ابن العربی ان تاریخی آثار کی ویرانی اور خستہ حالی پر اپنے دکھ کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"بہت سارے مکان جن کے کھنڈرات بغیر مکین کے ویران حالت میں ہر طرف ان پر پرندے نوحہ خوانی کر رہے ہیں۔

میں نے ان میں سے ایک نوحہ خواں پرندے سے پوچھا جس کا دل درد سے بھرا ہوا تھا کہ تو جس چیز کو رو رہا ہے اسے تجھے کیا شکایت ہے۔

کہا: میں اس زمانہ کو رو رہا ہوں جو گذر گیا اور واپس نہیں آئے گا۔[۳]

علامہ مقری کا بیان ہے کہ:۔

ایک بار وزیر حزم بن جہور کا شاہانِ بنی امیہ کی تعمیر کردہ عمارات کے کھنڈرات جو اپنے شاہانِ ذی وقار کے نوحہ خواں تھے، پر سے گذر ہوا تو بے ساختہ زبان پر یہ اشعار آ گئے۔

قلت یوماً لدار قوم تفانوا ... این سکانک العزاز علینا

میں نے ایک دن اس قوم کے مکانات دیکھے جو مٹ چکے ہیں۔ دریافت کیا تیرے مکین جو باعث فخر و عزت تھے کہاں گئے۔

فاجاب ھنا اقاموا قلیلاً ... ثم ساروا ولست اعلم اینا[۴]

جواب دیا۔ تھوڑی دیر یہاں ٹھہرے پھر چل دیے نہ معلوم کس جانب

باوجودیکہ ان کی موجودہ حالت نہایت ہی پژمردہ ہے اور یہ ایک زمانہ عروج کی محض یادگاریں ہی رہ گئی ہیں۔ مگر یہ وہ یادگاریں ہیں کہ بالفرض ان عربوں کی ساری علمی اور عربی کرتوت صفحہ ہستی سے مٹ بھی جائے تو ان کی عظمت و شان کا اندازہ ان باقیات الصالحات سے پوری طرح ہو سکے گا۔[۱]

عباسی دور کے تعمیری آثار | عباسی خلیفہ منصور کا دور (متوفی ۱۵۸ھ ۷۷۵ء) آیا تو اس نے ۱۴۵ھ ۷۶۲ء میں شہر بغداد کی بنیاد ڈالی۔[۲] دورانِ تعمیر روزانہ ایک لاکھ مزدور اور کاریگر مصروف کار رہتے تھے۔[۳] اس شہر کا نقشہ خود

---

[۲] اخبار الاندلس ص ۶۱۱، ۶۱۲ [۳] عربی اشعار سے اردو ترجمہ نفح الطیب ج ۱ ص ۴۶۲ [۴] ایضاً

منصور کے ذہن کی پیداوار تھا[۲] چونکہ مدوّر تھا۔ اس لئے " المدینۃ المدورہ " کے نام سے پکارا جاتا تھا۔

بغداد کی آبادی نہایت مرتب اور خوبصورت تھی۔ سڑکوں کے کنارے نہریں جاری تھیں اور ان کے کنارے مکانات تعمیر کئے گئے۔ شہر کے گرد دوہری سنگین شہر پناہ تھی جس میں چار پھاٹک تھے۔ بیرونی حملوں سے بچاؤ کی غرض سے ایک چوڑی خندق کھودی گئی جو ہر وقت پانی سے بھری رہتی تھی۔ شہر کے اندر تیس مدرسے قائم کئے گئے۔ ہر مدرسہ کی عمارت ایسی عالیشان اور خوبصورت تھی کہ بڑے بڑے محلات شرماتے تھے[۳]

خلیفہ منصور کے بعد ولیعہد مہدی (متوفی ۱۶۹ھ ۷۸۵ء) نے بغداد سے باہر شہر رصافہ تعمیر کیا۔ ہارون الرشید (متوفی ۱۹۳ھ ۸۰۹ء) نے یہاں " رصافہ " کے نام سے ایک خوبصورت محل تعمیر کیا۔ خاندان برامکہ کا دور (۱۶۳ھ ۷۷۹ء تا ۱۸۷ھ ۸۰۲ء) آیا تو انہوں نے اس شہر کی شہرت کو دوبالا کر دیا۔ یہاں ایسے شاندار محل تعمیر کئے جو فن تعمیر کا اعلیٰ ترین نمونہ تھے۔

اس دور کے قصور و محلات میں سے قصر ام حبیب اور قصر دار الخلافہ (یا قصر حسنی) خاص طور پہ قابل ذکر ہیں — موخر الذکر قصر کی چھت اور دیواروں کو جواہرات اور قیمتی پتھروں سے آراستہ کیا گیا تھا[۴]

معتز باللہ (متوفی ۲۵۵ھ ۸۶۹ء) کے دور میں ۲۵۵ھ ۸۶۸ء میں احمد بن طولون مصر کا حکمران ہوا۔ ابن طولون نے فسطاط کے باہر ایک خوبصورت شاہی کالونی بسائی۔ اس میں اس نے محلات۔ گھوڑدوڑ کا میدان۔ چڑیا گھر۔ منڈیاں۔ حمام۔ اور شفاخانے بنوائے۔ یہاں پر اس نے ۲۶۳ھ ۸۷۶ء میں ایک عظیم الشان مسجد تعمیر کرائی۔ جو مسجد ابن طولون کے نام سے مشہور ہے۔ ان تمام عمارات میں اب صرف یہی جامع مسجد باقی رہ گئی ہے۔ ڈاکٹر حیام رچینڈ لکھتا ہے کہ اس کے بعض کمانوں پہ ایک مخصوص دلچسپ و جاذب نظر نقش و نگار کیا گیا ہے جو اصول تزئین کے استعمال کا اولین معلومہ نمونہ ہے اور مسلمان صناعوں نے اس سلسلہ میں غیر معمولی ذکاوت اور مہارت کا ثبوت دیا ہے[۵]

فاطمی دور ۲۹۶ھ ۹۰۹ء ۵۰۵ھ/۱۱۱۱ء کے تعمیری آثار

فاطمی خاندان ۲۹۶ھ ۹۰۹ء میں برسر اقتدار آیا۔ اور کم و بیش تین سو سال تک کامیاب حکومت کی۔ اس دور میں فن تعمیر کے میدان میں جو ترقی ہوئی وہ فاطمین کا ایک زرین کارنامہ ہے اور بقول ارنسٹ ڈاکٹر حیام رچینڈ۔

اگر یہ خاندان نہ ہوتا تو اسلامی فن تعمیر کا پودا دور کچھ اور ہی ہوتا۔[۶]

---

[۲] التاریخ الاسلامی والحضارۃ الاسلامیہ جلد ۳ ص ۲۰۴ [۳] تاریخ اسلام از شاہ معین الدین ندوی ج ۲ ص ۱۴۸ بحوالہ ابن جبیر اندلسی [۴] التاریخ الاسلامی والحضارۃ الاسلامیہ ص ۲۰۹ [۵] اسلامی فن تعمیر ص ۱۱۰۔ عربوں کا فن تعمیر ص ۹۷، ۹۸ - [۶] اسلامی فن تعمیر از ڈاکٹر حیام - اردو ترجمہ ص ۱۱۰

فاطمی دور کے حکمرانوں نے صفحۂ ہستی پر اپنے بہت سے لازوال اور انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔ جن میں سے مہدیہ، محمدیہ، صقلیہ کے محلات۔ شہر بازر۔ خالصہ۔ قاہرہ۔ جامع الحاکم۔ جامع الجیوش۔ بدر الجمالی۔ جامع صالح اور مقبرہ سیدہ رقیہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں[2]

مہدیہ کی تعمیر | ۲۹۶ھ ۹۰۹ء میں المہدی (متوفی ۳۲۲ھ ۹۳۳ء) قیروان میں خلیفہ ہوئے۔ ۳۰۳ھ ۹۱۵ء میں اس نے "مہدیہ" کی تعمیر شروع کی۔ یہ شہر چونکہ دولت فاطمیہ کی دفاع و حفاظت کی غرض سے بنایا گیا تھا اس لئے اس میں مضبوطی اور استحکام کا بہت زیادہ اہتمام کیا گیا۔ شہر کے گرداگرد ایک مضبوط فصیل بنائی گئی۔ جس میں نہایت وزنی آہنی پھاٹک لگائے گئے جس کے ہر کواڑ کا وزن تقریباً ۱۰۰ قنطار تھا۔ شہر کے اندر سنگ مرمر کے بڑے بڑے عالیشان محلات۔ خوبصورت تالاب اور زمین دوز گودام تعمیر کئے گئے۔ یہ شہر پانچ سال کی مسلسل کوشش کے بعد درجۂ تکمیل کو پہنچا[3]

شہر بلرم | یہ شہر جزیرہ صقلیہ کا شیرازہ تھا۔ اس کی محلہ وار تقسیم ہر ہر حصہ کا جداگانہ انتظام۔ سرکاری عمارات ہر صیغہ کے جداگانہ دفاتر۔ مرمریں اور سنگ رخام کی کشادہ سڑکیں۔ پُر رونق بازار۔ آرام دہ حمام اور دلفریب سیرگاہیں یہاں کی نمایاں خصوصیات تھیں۔ اس شہر کے مکانات ریختہ پتھروں کے تھے جن کے جوڑ نہایت احتیاط اور مہارت سے ملائے گئے تھے[4]

اس کے علاوہ جزیرہ صقلیہ کی دو مشہور یادگاریں ضیزہ اور قوبع جن کا زمانہ تعمیر دسویں صدی عیسوی ہے یہ نہ صرف محل تھے بلکہ جنگی ساز و سامان سے آراستہ مضبوط اور مستحکم قلعے بھی تھے۔ ان کی دیواروں کی تعمیر میں نکیلی محرابوں سے کام لیا گیا تھا۔ اس کی آرائش سادہ اور نہایت خوبصورت تھی۔ اور اندلسی عمارات کی طرح قلمی آرائشوں سے مزین تھے[5]

۳۵۸ھ ۹۶۸ء فاطمی جرنیل جوہر بن عبداللہ نے فسطاط کو فتح کیا۔ ۳۵۹ھ ۹۶۹ء میں اس نے "قاہرہ" کی داغ بیل ڈالی اس کی شہرت اور اہمیت اتنی ہے کہ آج بھی اس کو مصر کا دارالسلطنت ہونے کا شرف حاصل ہے۔ قاہرہ میں جوہر نے ایک مسجد بنوائی جو بعد میں جامعہ ازہر کے نام سے موسوم ہوا۔ فاطمی دور سے لے کر آج تک اس میں بہت سی ترمیمیں ہوتی رہی ہیں۔ جب العزیز (متوفی ۳۸۶ھ) کا دور آیا تو اس نے اس مسجد کو عبادت گاہ ہونے کے ساتھ ساتھ درس و تدریس کے مقاصد کے لئے بھی استعمال کرنا شروع کیا۔ اس کی دیواروں پر استر کاری کی گئی تھی۔ اور آرائش کے لئے کتبوں اور دیگر

---

[2] تاریخ دولت فاطمیہ از رئیس احمد جعفری مطبوعہ دین محمدی پریس لاہور صـ ۴۴۱، ۴۴۲

[3] تاریخ اسلام از جسٹس امیر علی مطبوعہ جاوید پریس کراچی صـ ۴۲۱ [4] تاریخ دولت فاطمیہ۔ از رئیس احمد جعفری صـ ۴۲۱

[5] ایضاً

نقش و نگار کے سامان کا استعمال کیا گیا تھا۔[1]

شہر قاہرہ کے مشرقی حصہ میں خلیفہ المعز (متوفی ۴۸۷ھ ۱۰۹۴ء) کا محل واقع تھا جس کا نام "قصر الکبیر الشرقی یا قصر المعز" ہی تھا۔ محل میں بارہ گنبد دار ایوان تھے۔ محل کے دس پھاٹک تھے ہر پھاٹک پر فوج کا ایک دستہ متعین تھا ہر دستہ میں پانچ سو سپاہی پیدل اور پانچ سوار ہوتے۔ محل کے بارہ ہزار خدمت گار تھے۔ اس محل سے ایک زمین دوز راستہ ایک دوسرے عالیشان محل کی طرف جاتا تھا جو دریائے نیل کے کنارے شہر کے مغربی حصہ میں واقع تھا اور جسے "قصر المغربی" یا "قصر البحر" کہتے تھے۔ شہر کے اندر اور باہر اور بھی کئی محل اور مکان موجود تھے۔ جن کی پچی کاری اور گل کاری چین کے نقش و نگار کو مات کرتی تھی۔ اور کندن کی جھلک ستاروں سے چشمک زنی کرتی تھی۔ امیروں کے مکانات اگرچہ رقبہ میں شاہی محلات سے کم تھے مگر کاریگری اور مہارت کا اعلیٰ نمونہ تھے۔ یہاں چار خوبصورت جامع مساجد تھیں جن کی شان و شوکت دیکھ کر آنکھیں کھل جاتی تھیں۔ شہر کے خوبصورت باغات کے مناظر، ان کے گرد اگرد مکانات کی قطاریں ہوشمند اور طرار سیاحوں کو بھی ورطۂ حیرت میں ڈال دیتی تھیں۔[2]

خاندانِ مملوک کے حکمرانوں کی تعمیری یادگاریں

دولت فاطمیہ کے بعد مملوک خاندان کا دور (۶۴۸ھ ۱۲۵۰ء / ۹۲۳ھ ۱۵۱۶ء) آیا۔ اس دور کی تاریخی یادگاروں میں سے ایک قابل ذکر یادگار قلاوون کا مقبرہ ہے۔ ارنسٹ ٹامز حیام اس کی خوبصورتی اور صناعی کے بارے میں لکھتا ہے کہ

دیواروں کا زیریں حصہ مرمر کے حاشیہ اور پچی کاریوں سے پٹا ہوا ہے۔ اس میں رنگین مرمر اور سیپ کے ٹکڑے لگے ہوئے ہیں۔ مصر میں اس قسم کی پچی کاری کی یہ اولین مثال ہے۔ یہاں پر یہ پچی کاری اتنے کمال اور خوبی کے ساتھ استعمال کی گئی ہے کہ بعد کے ادوار میں اس سے اچھی کوئی مثال نہیں ملتی۔[3]

اس دور کی دیگر عمارات میں سے الناصر اور اس کے بیٹے حسین کے قائم کردہ مدرسے اور مقبرے۔ جن میں مقبرہ برقوق اور مقبرہ قایت بائی قابل ذکر ہیں۔[4] موخر الذکر دونوں مقبرے قاہرہ کے سامنے ایک میدان میں ہیں۔ ان کے منظر کی دلفریبی اور خوبصورتی کے بارے میں لیبان لکھتا ہے کہ:۔

ان کا مجموعی منظر اس قدر شاندار ہے کہ میں نے ایسا شاندار کوئی مقام نہیں دیکھا۔[5]

قایت بائی کا دور عہد مملوک کا تتمہ اور اس کا مقبرہ اس عہد کی ایک عظیم الشان یادگار ہے۔ صاحب تمدن عرب کا بیان ہے۔ اس کا گنبد قابل دید ہے اس کے اندر نہایت عمدہ نسخی گل بوٹوں کی جالیاں منبت کی ہوئی ہیں۔ اس کی دوسری قابل

۱؎ اسلامی فن تعمیر ص ۱۶۵ ۲؎ تاریخ اسلام از امیر علی ص ۵۵۵ ۳؎ اسلامی فن تعمیر ص ۱۹۲/۱۹۳ ۴؎ ایضاً ص ۱۹۸/۲۰۴ ۵؎ تمدن عرب ص ۲۲۵

دیدہ زیب اس کا تین درجوں والا مینار ہے جس پر بے انتہا کندہ کاری کی گئی ہے۔ اور یہ گویا تعمیر عرب کی ترقی کی انتہا ہے۔ اس مینار کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عربوں نے کس صناعی کے ساتھ پتھر چھجوں، طاقچوں اور کٹہروں کو اس میں استعمال کیا ہے۔ اور مینار کو دیوار سے بہت اونچا لے گئے ہیں جس سے اس میں بمقابل مربع یا مدور برج کے بہت زیادہ خوبصورتی آگئی ہے۔[1]

سرزمین ایران اور مسلمانان عرب کی یادگاریں

ایران کی فتح اوائل سن ہجری میں ہوئی۔ اصفہان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وقت ۲۵ھ ۶۴۵ء میں لیا گیا۔ تین صدیوں تک یہ ملک خلفائے اسلام کے تحت حکومت رہا۔ اس کے ایران میں کئی خود مختار حکومتیں یکے بعد دیگرے قائم ہوتی گئیں۔ ان متواتر انقلابات اور فتوحات کا نتیجہ یہ ہوا کہ عرب مسلمانوں اور ساسانیوں کی پرانی یادگاریں ملک سے مٹ گئیں۔ صرف اصفہان میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ بھی نہایت انحطاط کی حالت میں ہے۔[2]

عہد ساسانیہ کی یادگاریں محض کھنڈروں کی حالت میں ہیں اور زمانہ ابتدائے خلافت کا بھی اکثر عمارتوں کا یہی حال ہے۔ ایران کی اکثر عمارتیں تیرھویں صدی عیسوی یعنی شاہ عباس کے زمانہ میں تعمیر ہوئیں۔ یہ عمارات بیّن طور پر عربی عمارتوں سے علیحدہ ہیں۔ اور اگر کوئی مشابہت ہے تو صرف نقش و نگار اور آرائشوں میں ہے۔[3]

ہندوستان میں عرب مسلمانوں کے تعمیری آثار

ہندوستان میں عربوں کی سب سے قدیم عمارتیں جو بارھویں صدی عیسوی کے اواخر میں تعمیر ہوئیں۔

۱۔ قطب صاحب کی مسجد۔ یہ مسجد دہلی کے قریب ۵۸۶ھ ۱۱۹۰ء میں بنی۔ اب خستہ حالت میں ہے۔

۲۔ قطب صاحب کی لاٹ۔ یہ لاٹ قطب الدین کے وقت بنی اور ہندوستان میں منجملہ عجائبات کے سمجھی جاتی ہے۔[4] اس کی شان اور خوبصورتی کا بیان الفاظ میں ادا نہیں ہو سکتا۔ اور اس کی مثل تمام عالم میں نہیں ہے۔[5]

جس حصار کے اندر قطب صاحب کی مسجد اور لاٹ واقع ہیں اس میں علاؤالدین کا مشہور یادگاری دروازہ بھی ہے۔ جسے اس نے ۷۱۰ھ ۱۳۱۰ء میں تعمیر کیا۔ نہایت ہی خوبصورت عمارت ہے۔ اور مسلمانوں کی فن تعمیر کا ایک عمدہ نمونہ ہے۔ آج عربوں کی یادگاروں میں اس عمارت سے عمدہ کوئی عمارت نہیں ہے۔[6]

علاؤالدین کا دروازہ جس قدر عظیم الشان ہے اسی قدر اتنا ہی مضبوط اور مستحکم ہے۔ اندلس کی اینٹوں کی جگہ یہاں پتھر استعمال کیے گئے ہیں اور پتھر کے ترشے ہوئے گل بوٹے قطر بحر کے سادہ مسالہ کا کام دیتے ہیں۔[7]

۱؎ تمدن عرب صد ۲۲۵ ۲؎ ایضاً صد ۱۷۸ ۳؎ ایضاً صد ۴۹۰ ۴؎ ایضاً صد ۱۸۵ ۵؎ ایضاً ۶؎ ایضاً صد ۱۸۶ ۷؎ تمدن عرب صد ۱۸۶

الغرضیکہ مسلمانانِ عرب نے دنیا کے گوشہ گوشہ میں اپنے عظیم بالشان کاموں کو گویا عمارات کے حروف سے لکھا اور اپنی تاریخ الٰہی کتب میں چھوڑ گئے۔ وہ اپنی شان و شوکت اور دین و مذہب کا نقش مستقل صفحۂ دنیا پر چھوڑ گئے۔ ان کے محلات و قصور ان فنون کی دائمی یادگاریں ہیں۔ جو صلح و امن کے زمانہ میں پیدا ہوئے۔ یہ عمارتیں نہیں بلکہ قومی جوہر، محنت و مشقت اور ترقی و تہذیب کے درخشاں آفتاب ہیں[۲]

مسلمانانِ عرب کے بسائے ہوئے شہروں، عمارتوں اور تعمیر کئے ہوئے محلات و قصور کی فہرست بہت لمبی ہے۔ ہم نے اس مقالہ میں جن عمارات کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے اکثر کے پورے بیان کے لئے کم از کم ایک جلد کی ضرورت ہے۔ دراصل یہاں تفصیلات بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ صرف چند اہم عمارات کے تذکار اور محققین فن کی آراء کے ذریعے — تو حدیث مفصل بخوان ازیں مجمل — کا پیغام دینا مقصود ہے اور بس۔

مسلمانانِ عرب کے فنِ تعمیر کی خصوصیات | اقطارِ عالم میں مسلمانوں کی بہت سی عمارتیں بطور یادگار موجود ہیں۔ جو پائیداری، مضبوطی حسن و خوبی اور شان و شوکت ہر لحاظ سے ممتاز ہیں۔ ان کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ ہر جگہ ان پر عربی طرزِ تعمیر کا رنگ غالب ہے۔ لیبان لکھتا ہے کہ:

انہوں نے ہندوستان میں ہندوؤں سے۔ ایران میں فارسیوں سے اور اندلس میں مشرقیوں سے تعمیر کے خیالات اخذ کئے۔ لیکن ان کی عمارات کی مجموعی طرز عربی ہی رہی[۳]

ایس پی سکاٹ لکھتا ہے:۔

جو عظیم الشان مسجد عبدالرحمٰن نے بنانی شروع کی تھی وہ بیشتر اس مسالے سے بنی تھی جو زمانہ قدیم کی یادگار رکھا۔ مگر عربی فن عمارت کسی چیز میں بھی روم اکبریٰ کے شاندار آثار کا شرمندہ احسان نہیں ہوا۔ ان عمارات کی خوبصورتی اور موزونیت انہیں بہت پسند آئی۔ مگر انہوں نے نقال بننا پسند نہیں کیا۔ بلکہ یہ چاہا کہ وہ ایسی عمارتیں بنائیں جو ان کے مقابلہ کی ہوں۔

اہرامِ مصر کی عظمت و جلالت۔ ایرانی محلات کی نہایت خوبصورت سنگین پیشانیوں کی خوبصورتی۔ یونانی مندروں کی شاندار شکل و صورت اور روم کی یادگاری محرابیں بے شک اہل عرب کے دل کو مرعوب کرتیں۔ مگر ان سب نے ان کے جوشیلے دل و دماغ اور غیور فطرت پر بہت ہی کم اثر ڈالا[۵]

مضبوطی اور پائیداری | کہا گیا ہے کہ عربوں کی عمارتوں میں استحکام نہیں۔ بعض کی نسبت یہ قول البتہ درست ہے

---

۲ اخبار الاندلس جلد ۳ صہ ۲۲۰ ۳ تمدن عرب صہ ۲۶۲ ۴ اخبار الاندلس ج ۳ صہ ۸۹ ۵ تمدن عرب صہ ۱۹۹

لیکن سب عمارتوں پر یہ صادق نہیں آتا۔ کیونکہ جب انہیں استحکام منظور ہوتا تو وہ بہت پائیدار عمارتیں بنانے کی قابلیت رکھتے تھے۔ صقلیہ کے سے سادے قصر جن پر صدیاں گزر گئی ہیں۔ ہر قسم کی بدسلوکیاں جھیل چکے ہیں۔ الحمرا بھی باوجود اپنی نزاکت کے اب تک قائم ہے[1]

اندلسی مسلمانوں کی تمام عمارات کی خصوصیات ان کی مضبوطی ہے۔ باوجودیکہ صدیاں گزر چکی ہیں اور اس عرصہ میں اس قدر نہب وغارت ہوئی ہے کہ وہ انہیں عمارت کو برباد ہو گا۔ مگر ان پر زیادہ اثر نہیں پڑا۔ اس کی وجہ ان کی بنیادوں کی مضبوطی ہے۔ نہ معلوم کتنی حفاظت اور صنعت ان بنیادوں پر کی ہو گی۔ جس کے نتیجے میں بہت سی عمارتیں ایسی ہیں جن کی کلائی اور مضبوطی آگے کو نکلے ہوئے پشتوں، بلند وبالا برج اور خوبصورت مورچوں سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کسی امیر کے پر تکلف محل یا خدائے رحمٰن ورحیم کی عبادت گاہ ہے بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ عمارتیں کسی جنگی ضرورت کے پیشِ نظر تعمیر ہوئی ہیں[2]

مینار | مینار جو ہر مسجد پر ہوا کرتے ہیں ان کی شکل بلحاظ مختلف ممالک کے مختلف بھی ہے اور ہر ملک میں ایک خاص وضع ہے۔ ایران میں مخروطی ہیں۔ اندلس اور افریقہ میں مربع۔ روم میں گول اور اوپر سے مخروطی اور مصر میں ہر ایک منزل مختلف صورت کی ہے۔ مصر کے اکثر مینار علی الخصوص مسجد قایت بائی کے مینار فی الواقع عجائبات سے ہیں اور کسی چیز سے عربوں کی ذکاوت اور صناعی اس قدر نہیں جھلکتی کہ ان مختلف رنگ ڈھنگ کے میناروں سے[3]

گنبد | گنبدوں کی شکل بھی بلحاظ اختلاف ملک مختلف ہے۔ گنبدوں میں جو خاص بات عربوں نے پیدا کی وہ ان گنبدوں کا اوپر سے پتلا اور نیچے سے دبا ہوتا ہے[4]

آرائشی طاقچے | طاقوں میں قلمی آرائشوں کا استعمال کرنا خاص عربوں کا طرز ہے۔ اور اس وقت کسی اور قوم کی تعمیر میں یہ ایجاد نہیں پائی گئی[5]

نسخی گل کاریاں اور کتبے | نسخی گل کاریاں اور کتبے عمارات عرب کی آرائشوں کی ایک خاص خصوصیت ہے ان آرائشوں میں اشکال، ہندسی اور کتبوں کی ہم آغوشیوں سے کچھ ایسی صورتیں بنائی گئی ہیں جن کا بیان الفاظ میں نہیں ہو سکتا اور مصور کا قلم ہی ان کو ادا کر سکتا ہے۔ ان میں عربی حروف کا بہت بڑا حصہ ہے اور یہ نہایت خوبصورتی سے نسخی گل کاریوں میں گھل مل جاتے ہیں[6]

کتبوں میں اکثر آیات قرآنی ہیں۔ اور زیادہ تر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ خود عربی حروف اس درجہ خوبصورت ہیں کہ ازمنہ متوسط اور نشاۃ ثانیہ کے بناؤں نے ان نمونوں کو جو ان کے ہاتھ لگے، محض آرائش سمجھ کر

---

[1] تمدن عرب ص ۴۸۱ [2] اخبار الاندلس ج ۳ ص ۹۳ [3][4] تمدن عرب ص ۴۸۲، ۴۸۳ [5][6] ایضاً ص ۴۸۴ تا ۴۸۶

نقل کر دیا ہے[1]

مسلمانانِ اندلس نے عمارتی زیبائش کے لئے جتنی ترکیبیں استعمال کی ہیں ان سب میں زیادہ دل پسند اور ازروئے تنظیم واسلوب ولطافت بہترین چیز عربی حروف و عبارات ہیں۔ زینت تعمیر کے لئے عربی حروف ایسے موزوں ہیں کہ سپین اور اٹلی کے صناعوں نے ان کو اختیار کر لیا۔ انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ اصل میں یہ کیا چیز ہے۔ نہ وہ اس کے معنی جانتے تھے انہوں نے یہ سمجھ کر کہ یہ بھی زخرفۃ العرب کا کام ہے۔ اکثر اپنی مذہبی عمارتوں میں اس سے کام لیا۔ اور آیات قرآنی کلیساؤں میں جا داخل کیں۔

کہتے ہیں کہ سینٹ پیٹر کے سب سے عالیشان گرجا کے سرکشیدہ پھاٹک پر اب بھی قرآنی آیات نظر آتی ہیں۔

بقول ایک فرانسیسی مصنف کے یہ ایک نہایت نادر اتفاق ہے کہ عیسائیوں کے سب سے بڑے معبد تثلیث کے سرچشمے۔ مذہب کیتھولک کے ملجاو ماوی اور "خلیفۃ المسیح فی الارض" کے قلعہ معلی پر مسلمانوں کا وہ کلمہ نظر آتے جو خدا واحد کی تصدیق اور سرورِ انبیاء، رسولِ اصفیاء، ہادیٔ صراطِ مستقیم محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا اقرار کرتا اور سکھاتا ہو[2]

اسلامی عمارات میں دیکھنا یہ چاہئے کہ سادگی کے ساتھ حسن پیدا کرنے کے لئے فن کاروں نے کون کون سے طریقے اختیار کئے۔ ان میں نہ عورتیں ہیں نہ تصویریں نہ دیویوں کے دلربا چہرے اور نہ دیوتاؤں کے ٹھاٹھ باٹھ مگر اس کے باوجود تعمیر میں دلکشی اور دلفریبی ہر قدم پر نمایاں ہے[3]

<u>رنگین آرائش</u> | عربوں کی فطرت صناعی نے رنگین عمارتوں کو سفید عمارتوں پر ترجیح دی اور ان کی نقشی گل کاریوں میں رنگ آمیزیاں نہایت عمدگی اور خوش سلیقگی سے کی گئی ہیں[4]

<u>ستون اور ان کے پیر کلے</u> | ستون اور ان کے پیر کالوں (راس العمود) پر بھی عربوں نے اپنی صنعت کی وہ خاص مہر لگا دی ہے جیسے وہ ہر چیز پر لگا دیتے تھے مثلاً قصر الحمراء کے بیت الاسود کے ستون خاص عربوں کی ایجاد ہیں[5]

<u>محرابیں</u> | انگلی اور پھیلی ہوئی محرابیں قدیم تعمیر عرب کی خصوصیات میں سے ہیں۔ محرابوں کے نکیلے پن سے قوس میں ایک حسن پیدا ہو جاتا ہے[6] عمارات کی مضبوطی اور زیب و زینت کی خاطر کسی صناع نے محرابوں سے اتنا کام نہیں لیا۔ جتنا کہ مسلمانوں نے اور بالخصوص اندلس صناعوں نے اس میں اپنے فن کا کمال دکھایا ہے[7]

<u>سفالی کی نچی کاری</u> | سفالی نچی کاری میں دعرب مسلمانوں کی اولیت ایسی مسلمہ ہے کہ اس میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا۔ ان

---

۱ تمدن عرب صہ ۴۸۹ ۲ اخبار الاندلس جلد سوم صہ ۶۲۲ ۳ اسلامی آرٹ اور فن تعمیر از ارنسٹ کوھنل صہ ۱۲ ۴ تمدن عرب ۴۸۶
۵ ایضاً صہ ۴۸۲ ۶ ایضاً ۷ اخبار الاندلس ج ۳ صہ ۵۹۳

تخیلات صنعتی کسی کے پابند نہ تھے ان کے جوہر اختراع و ایجادات کے ثبوت دیواروں اور ستونوں پر اس طرح کندہ ہیں کہ یورپ اور ایشیا کے نقادانِ تعمیر انہیں دیکھ کر نقشِ حیرت بن کر رہ گئے ہیں[1] مسجد قرطبہ کی محراب کی پچی کاری کا بیان کرتے ہوئے ایس پی سکاٹ لکھتا ہے کہ

اس میں شک نہیں کہ پچی کاری کے نقشے صناعانِ عرب ہی کے بنائے ہوئے ہیں۔ ان کا ذہن و ذکا اس غیر معمولی قابلیت سے ظاہر ہوتا ہے جو ان لوگوں نے ایسے فن میں حاصل کیا تھا جس سے پہلے وہ ناآشنا تھے اور جیسے انہوں نے نہ صرف اپنے ہاتھ سے کر دکھایا، بڑھایا اور سینکڑوں صورتیں پیدا کیں بلکہ بازنطینی دل و دماغ کے نکلے ہوئے جواہر پاروں سے فوق لے گئے[2]

مسالہ تعمیر | عربوں کی تعمیر کا مسالہ بلحاظ اختلاف ملک اور اختلاف عمارات مختلف ہے پہلے انہوں نے اینٹیں استعمال کیں لیکن اس کے بعد ضیز اور قوبع کے قصور اور مسجد حسن (قاہرہ) میں پتھر استعمال کئے۔ انہوں نے اکثر اور علی الخصوص اندلس میں ایک قسم کے مرکب مسالہ سے کام لیا۔ جس میں چونا، ریت، مٹی اور چھوٹے چھوٹے پتھر ملے ہوتے تھے۔ اور جو ترکیب پانے کے بعد مثل ترشے ہوئے پتھر کے مضبوط ہو جاتا تھا[3] یہ مسالہ کم محنت کے باوجود بیک وقت رنگینی، مضبوطی اور خوبصورتی سب کا مجموعہ ہوتا تھا[4]

دیواروں کی سجاوٹ | دیواروں کی سجاوٹ میں اہل عرب بالکل فرد واحد ہیں اور اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ عام طور پر ان کی عمارات کا بیرونی حصہ بالکل سادہ ہوتا تھا مگر اندرونی حصہ میں صناع اپنے تخیل کا کمال خرچ کر کے وہ لطف و حسن پیدا کر دیتا تھا کہ جسے دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے[5]

عربی دیواری سجاوٹ میں سب سے زیادہ نمایاں خصوصیت گچ کے کام کی ہے[6]

چونکہ مسلمان بڑی حد تک ذرائع تصاویر حیوانی کے کام میں لانے سے معذور ہیں اس لئے انہوں نے بے بدل صنعت کے ساتھ تمام ہندسی صورتوں سے کام لے کر عالم نباتات بطور نمونہ زیبائش و آرائش کے لئے اپنے سامنے رکھا۔ تمام مناظر قدرت، اشیاء غیر ذی روح۔ ستارہ ہائے آسمان۔ بحری طیور نے تعمیری زیبائش کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا۔ ان کو سامنے رکھ کر مسلمانوں نے وہ شاندار حسن و لطافت پیدا کی کہ باید و شاید[5]

منقش کھڑکیوں کا استعمال | منقش کھڑکیاں لگانے میں غیور مسلمانوں نے بہت بخل سے کام لیا ہے۔ مگر جتنی بھی لگائی ہیں منقش ہیں۔ اور ان پر ایسی سحر کاری کی ہے جو انہی کا حصہ ہے جو منقش شیشے ان کھڑکیوں میں استعمال کئے

(باقی صہ ۹۶ پر)

---

[1] تمدن عرب صہ ۶۰۱ [2] اخبار الاندلس ج ۳ صہ ۶۰۰ [3] تمدن عرب صہ ۱۴۴ [4] اخبار الاندلس ج ۳ صہ ۹۷ [5] ایضاً صہ ۶۰۲ [6] ایضاً

پاکستان سے ایکسپورٹ کی جانے والی
اوّلین اون ABC
پاکستان کی طرح "17" بیرونی ممالک
میں بھی انتہائی مقبول ہے

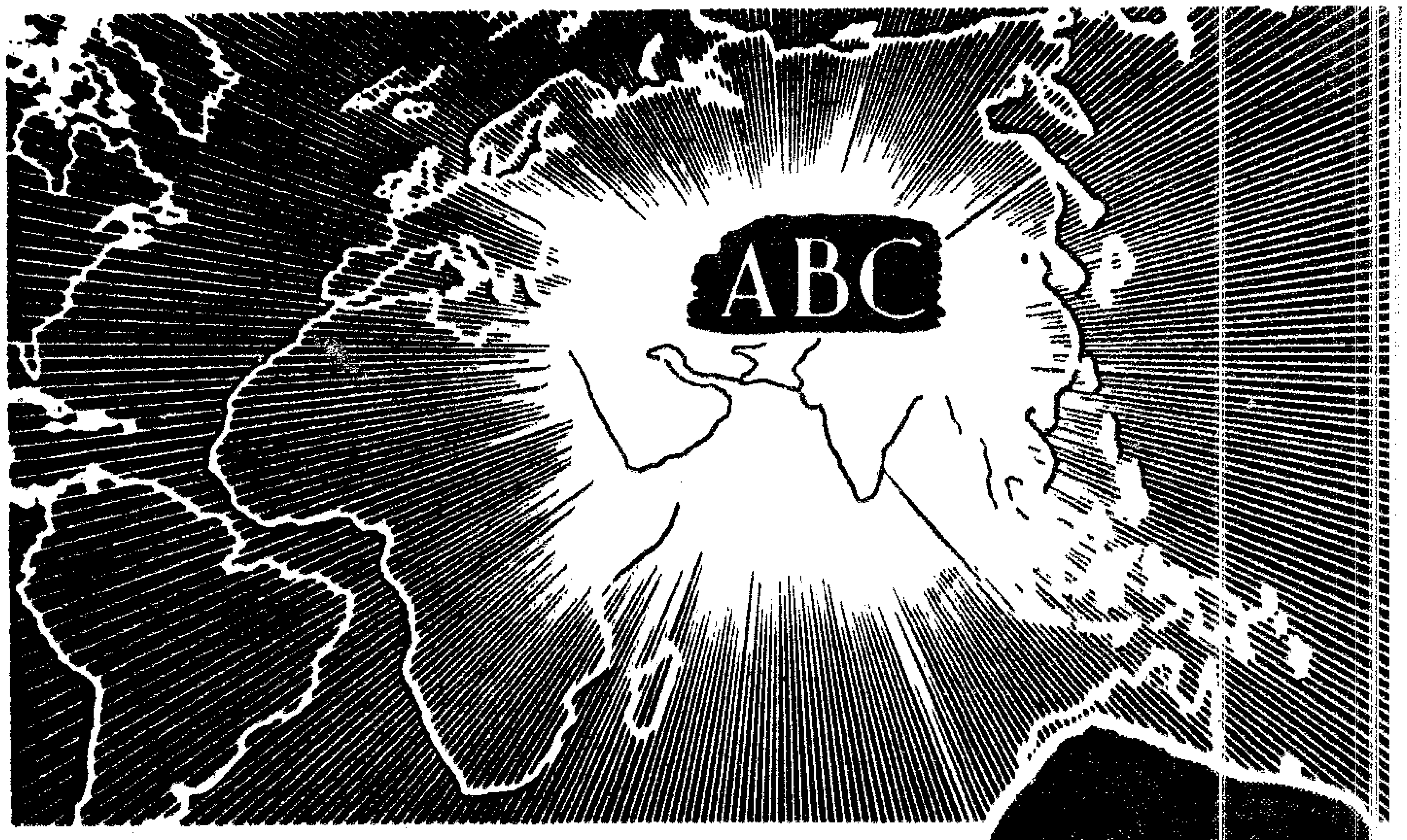

دیس دیس سے بھائی نئی خوبیاں لائی
ABC Topknit

یاد رکھیے: اے بی سی ٹاپ نٹ کی قیمت 64 روپے فی پیکٹ مقرر ہے
نہ کم قیمت کے لالچ میں دھوکا کھائیے، نہ ولایتی سمجھ کر زیادہ قیمت دیجیے

ثناء اللہ وولن ملز لمیٹڈ ایس آئی ٹی ای کراچی
adcom
38

Asiatic

MFTM-6-77